ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اکرام اللہ کی آپ بیتی "جہان گزراں" کا اسلوبیاتی جائزہ

"A STYLISTIC REVIEW OF IKRAMULLAH'S AUTOBIOGRAPHY "JAHAN-E-GUZRAN"

Khalid Mahmood
Scholar M.Phil. Urdu,University of Southern Punjab Multan
Muhammad Arshad Nadeem
Scholar M.Phil. Urdu,University of Southern Punjab Multan
Dr. Munawar Amin
(Corresponding Author)Assistant Professor, University of Southern Punjab, Multan
drmunawaramin143@gmail.com

Abstract:

This study analyzes the literary contributions of Ikramullah (1929/1930), an acclaimed Urdu fiction writer and translator. Renowned for his deep psychological insight and objectivity, his major achievements include winning the Prime Minister's Award (1999) and the Presidential Pride of Performance Award (2012).

Thematic Focus: The research centers on his 844-page autobiography, "Jahan-e-Guzran" (2019). Utilizing a "stream of consciousness" technique and framed around letters to his Hindu friend Kapil Dev, the book shifts from personal memoir (Aap Beeti) to collective history (Jag Beeti). It vividly captures the socio-political impacts of World War II, the Bengal Famine, the trauma of the 1947 Partition, and the cultural landscapes of cities like Amritsar, Lahore, and Multan.

Stylistic Merits: Ikramullah's unique prose style (Asloob) is marked by absolute narrative realism, powerful imagery, and intense emotional depth. His linguistic pluralism seamlessly blends realistic dialogues with English terminology and Punjabi idioms, while his integration of classical poetry lends the prose a rich, artistic texture.

Conclusion: Ultimately, "Jahan-e-Guzran" stands as a monumental masterpiece that brilliantly fuses personal memory with historical reality, cementing Ikramullah's unique position in Urdu biographical literature.

Keywords: Urdu Fiction, Autobiography, Stylistic Analysis, Partition, Stream of Consciousness.

اکرام اللہ جیسے ادیبوں کا فن ان کا تعارف اور تخلیقات ان کی شناخت ہوتی ہیں۔ اکرام اللہ کے فکر و فن کی پختگی نے اردو ادب کو نہ صرف اعتبار بخشا بلکہ گہرے مشاہدات، تجربات، وسعت مطالعہ اور فنی بصیرت نے ان کے فن کو نکھار عطا کیا۔ اکرام اللہ شہرت اور نام و مرتبہ کے پیچھے بھاگنے والے ادیب نہیں ہے۔ ان کی بے پناہ صلاحیت اظہار کو ان کے شایان شان وسیع کینوس چاہیے تھا۔ جو انھیں ادب کی صورت میں میسر آیا۔ اکرام اللہ بیک وقت افسانہ نگار، ناول نگار، نثر نگار اور مترجم بھی ہیں، تحسین و تردید سے بے نیاز ایسے قلم کاروں کے دم سے ہی علم و ادب کے چراغ روشن ہوتے ہیں۔

اکرام اللہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء میں جنڈیالہ ضلع نواں شہر (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ دستاویزات میں اکرام اللہ کی تاریخ پیدائش ۲۸ ستمبر ۱۹۳۰ء درج ہے۔ اکرام اللہ کا اردو ادب سے عمر بھر تعلق رہا۔ انھوں نے 1961ء میں لکھنا شروع کیا۔ پہلی کہانی "اتم چند" ماہنامہ "ادب لطیف" لاہور میں 1961ء میں شائع ہوئی۔ پھر پاکستان کے مختلف رسائل "سویرا"، "آج"، "فنون" اور "سیپ" میں ان کی تخلیقات شامل ہوتی رہیں۔ اکرام اللہ کی تصنیفات میں ان کی زندگی کے واقعات ادبی رنگ میں نظر آتے ہیں۔ ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

1. گرگ شب (ناولٹ) 1978ء 2. جنگل (افسانوی مجموعہ) 1990ء 3. بدلتے قالب (افسانوی مجموعہ) 1992ء
4. سوا نیزے پر سورج 1998 (ناولٹ)ء 5. سائے کی آواز (ناول) 2001ء 6. جہان گزراں (آپ بیتی) 2019ء
7. بارد گر (ناولٹ، افسانے) 2021ء 8. ملتان ما (آپ بیتی) 2021ء

اس کے علاوہ پنگوین دلی ان کے دو ناولٹوں کا انگریزی ترجمہ (The Regret) کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ ان کی ایک اور تصنیف "ادب مالا" بھی مکمل ہو چکی ہے۔ جس میں افسانے اور مضامین شامل ہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

1978ء میں اکرام اللہ کا ناولٹ "گرگ شب" کے عنوان سے شائع ہوا۔ ضیاء الحق کے مارشل لاء میں اس ناولٹ پر فحاشی کے الزام پر پابندی لگا دی گئی۔ 1990ء میں اکرام اللہ کا پہلا افسانوی مجموعہ "جنگل" شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھا۔ یہ مجموعہ فرد کی تنہائی کا مرثیہ ہے۔ اس افسانوی مجموعے میں نو افسانے شامل ہیں۔ 1992ء میں دوسرا افسانوی مجموعہ "بدلتے قالب" منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے میں آٹھ افسانے شامل ہیں۔ "سوا نیزے پر سورج" 1998ء میں شائع ہوا۔ اس میں چار ناولٹ شامل ہیں۔ 1999ء میں اس مجموعے کو وزیر اعظم ایوارڈ اور 2012ء میں صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ ناول "سائے کی آواز" 2001ء میں شائع ہوا۔ یہ بوڑھے آدمی کی آپ بیتی ہے۔

تین افسانوں اور تین ناولٹوں کا مجموعہ "بارد گر" 2021ء کے نام سے میں منظر عام پر آیا۔ 2019ء میں اکرام اللہ کی خود نوشت "جہانِ گریزاں" جہانِ تخلیق پبلشرز سے شائع ہوئی۔ اکرام اللہ کی دوسری خود نوشت "ملتان ما" 2021ء میں سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ملتان کے معاشی، معاشرتی اور ادبی حالات کا ذکر کیا گیا ہے۔ 1947ء اور 1948ء میں اکرام اللہ نے اپنے ہوش و حواس میں ملتان کو دیکھا اور پھر اس کا ذکر تفصیل سے کیا۔

اکرام اللہ نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی۔ انھوں نے 1961ء میں لکھنا شروع کیا۔ فکشن میں اپنا ایک نام بنانے کے بعد انھوں نے آپ بیتیاں بھی لکھی ہیں۔ ان کی آپ بیتی "جہانِ گریزاں" 2019ء میں سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ جو 844 صفحات پر مشتمل جزوی سوانح عمری ہے۔ اس کتاب کو اکرام اللہ نے اپنے ہندو دوست کپل دیو کے نام خطوط کے انداز سے شروع کر کے اپنے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے دنوں کی یاد تازہ کی ہے۔ یہ کتاب غزل کا تاثر پیش کرتی۔ اس کا ہر حصہ اپنی جگہ مکمل بھی ہے اور نامکمل بھی۔ اس کو آزاد تلازمہ خیال کہا جاتا ہے یعنی جو بات جہاں یاد آئی لکھ دی گئی۔

تقسیم سے پہلے کا امرتسر، سادھوالی، لاہور اور کئی دوسرے شہروں کا ذکر اس کتاب میں ملتا ہے۔ آزادی اور تقسیم کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "دوسری جنگِ عظیم" کی تفصیل موجود ہے۔ اکرام اللہ نے اس میں اپنے استادوں اور طالب علموں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں ان کے بچپن سے لے کر نوجوانی تک کے حالات درج ہیں۔ آپ بیتی میں مصنف اپنی ذات کو مرکز بنا کر اندرونی جذبات، ذاتی مشاہدات، اور ماضی کی یادوں کو بیان کرتا ہے۔ بقول وہاج الدین علوی:

> "خود نوشت سوانح حیات ادب کی وہ تخلیقی صنف ہے۔ جو کسی فرد واحد کی زندگی کے ادوار پر محیط ہوتی ہے اور اس کے قلم کے مرہون منت ہوتی ہے۔ جس کے آئینے میں فرد کی داخلی اور خارجی زندگی کا عکس براہ راست نظر آتا ہے اور اس کا عہد بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔"(1)

اس میں اکرام اللہ کی زندگی کے پہلے بیس برسوں کے حالات و واقعات شامل ہیں۔ کہیں کہیں رنگ آمیزی بھی نظر آتی ہے، اس لئے کرداروں کی گفتگو حقیقت پر مبنی نہیں۔ اس میں تاریخ بھی شامل ہے۔ اکرام اللہ نے اپنے ہندو دوست "کپل دیو" کے ۱۹۵۰ء میں ملنے والے خط سے اس سوانح کو شروع کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں اپنے ہندو دوست سے کتنی محبت ہے۔ انھوں نے اپنے جوانی، لڑکپن اور بچپن کے واقعات "جہانِ گزراں" میں سمو دیئے ہیں۔

اس آپ بیتی کا بنیادی موضوع دوسری جنگِ عظیم، قحطِ بنگال، آزادی اور تقسیم ہے۔ اس کے علاوہ ان کے اور ان کے والد صاحب کے ہندو اور سکھ دوست، ان کی تعلیم، مسلمان اور سکھ اساتذہ اور والد صاحب کے رویے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جلیانوالہ باغ اور تقسیم سے پہلے کا امرتسر، سادھوالی، لاہور اور کئی دوسرے شہروں کا ذکر بھی اس آپ بیتی میں ملتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد بوریوالہ، چیچہ وطنی اور ملتان کے حالات و واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جو اس آپ بیتی کو جگ بیتی بنا دیتے ہیں۔

لفظ "اسلوب" سبک اور سٹائل کا مترادف ہے۔ عربی لغت میں سبک "پگھلا دینے اور ٹکرے ٹکرے کرنے" کو کہتے ہیں اور سبیکہ پگھلی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اسلوب یا سبک سے مراد کسی بھی مصنف یا ادیب کے فہم و ادراک کی روش اور اس کے بیان و افکار کی ترتیب، الفاظ کے انتخاب اور طرز تحریر کو سمجھا جائے۔ کسی بھی مصنف، شاعر یا فنکار کے لکھنے، بولنے یا اپنے خیالات و احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کے مخصوص اور انفرادی انداز اسلوب (Style) کو کہتے ہیں۔ اسلوب کو طرزِ نگارش بھی کہا جاتا ہے، جو کہ بالکل ایک انسان کے دستخط (Signature) کی طرح ہوتا ہے۔ یہ ادیب کے مزاج، تجربات، اور اس کی شخصیت کی عکاسی ہوتا ہے۔ اسلوب خیالات اور احساسات دوسروں تک پہنچانے کا وسیلہ ہے۔ یہ مخصوص لفظیات کو ترتیب دینے، تشبیہات اور استعاروں وغیرہ کو خاص انداز سے استعمال کرنے سے بنتا ہے۔ اسلوب کو ادبی فن پاروں میں صوت و معنی دونوں اعتبار سے مد نظر رکھا جاتا ہے۔ نقاد دیکھتا ہے کہ ادیب کا طرز فکر اظہار کے حوالے سے کیسا ہے۔ لہٰذا اسلوب کے ذریعے کسی بھی نظم و نثر نگار کے ادراک اور اس کے محرکات کو سمجھا جاتا ہے جو اس کے کلام اور نثر کو منفرد بنا دیتے ہیں۔ سید عابد علی عابد اسلوب کے نے اسلوب کے موضوع پر ایک مکمل کتاب تحریر کی ہے جس میں وہ اسلوب کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

" اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے، جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممیز ہو جاتا ہے۔ اس کی انفرادیت میں بہت سے عناصر شامل ہوتے ہیں۔"(2)

اکرام اللہ ایک کامل ادیب ہیں۔ ایک فکشن نگار ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اردو ادب کو اعتبار بھی بخشا۔ اکرام اللہ کا اسلوب بیان نہایت دلکش ہے۔ "جہان گزراں "میں انہوں نے انسان دوستی پر آنچ نہیں آنے دی۔

"جہان گزراں" کا اسلوب پوری آپ بیتی میں قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی امرتسر میں گزاری ہوئی زندگی کے واقعات بیان کیے ہیں اور ایک فکشن نگار ہونے کی حیثیت سے انہوں نے چھوٹے بڑے انسانوں کو یاد رکھا ہے۔ وہ اپنے تجربات میں آنے والی سچائیوں کو سامنے لے کر آئے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بھی علم ہو جاتا ہے جو ناگہانی آفت کی زد میں آکر بکھر گئے۔

اکرام اللہ کے اسلوب بیان کی خوبی ہے کہ کوئی بھی بات انہونی اور غیر متوقع نہیں لگتی۔ ان کی تحریروں کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کر دیں، ان کی تحریر کی خوبیاں ویسی ہی رہیں گی۔ وہ اپنے انداز بیان کو کسی مصنوعی داؤ پیچ کی مدد سے بنانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ بیانیے کی زبان، لہجہ اور اسلوب کی آمیزیش خود اکرام اللہ کی تصویر کو ابھارتی ہے۔ سادہ زبان استعمال کرنے میں ان کا انداز بیاں منفرد ہے۔ "جہانِ گزراں" میں خود نمائی کا کوئی تصور نہیں جو کہ اکثر اُردو خود نوشتوں کا طرہ امتیاز ہے۔ اکرام اللہ نے شاہراہ حیات پر ملنے والے دوستوں کا احوال بیان کرتے ہوئے اپنی ذات کی نفی کی ہے۔ اکرام اللہ کی انفرادیت ان کی صلاحیت اظہار ہے۔ ان کی یہ صلاحیت بہت کم یاب ہے کہ وہ پورے دور کو زندگی دیتے ہیں۔ وہ احساسات اور خیالات کو بڑی مہارت کے ساتھ لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں اردو فکشن کے انفرادی پہلو واضح نظر آتے ہیں۔ "جہان گزراں" میں انہوں نے مقصدیت کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ ان کے پاس مختلف قسم کے نہایت دلچسپ کردار ہیں۔ انوکھے واقعات کا بیان ان کے اسلوب میں جان ڈال دیتا ہے۔ یہ واقعات کہانی کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے ہیں۔

اکرام اللہ کے اسلوب کی خوبی زبان و بیان بھی ہے۔ وہ صاف ستھری، بامعنی اور پر تاثیر زبان استعمال کرتے ہیں۔ ان کے بلند تخیل کا تیر کمان سے نکل کر سیدھا قاری کے دل پر اثر کرتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو لفظوں میں ایسے ڈھال دیتے ہیں جیسے خوبصورت نغمے بکھیر دیے ہوں۔

منظر نگاری اکرام اللہ کے فن کی ایک اہم خوبی ہے۔ وہ ماحول اور موقع کی مناسبت سے اس طرح منظر کشی کرتے ہیں کہ پوری تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

"ایک گھنٹہ پہلے خوب تیز بارش ہوئی۔ ہمارے بنگلے کے سامنے سکھ نالہ کناروں تک بھرا، اس روز خلاف معمول اپنے آپے میں نہیں تھا اور کچھ کچھ کبھی کبھی بیچ میں بھٹک کر سوداوی مزاج کا مظاہرہ بھی کر جاتا تھا۔ شام پر ایک اور نہایت ہلکے سرمئی رنگ کا پردہ جو دیر سے آہستہ آہستہ کھل رہا تھا، اب آن گرا تھا۔ ہوا لہر در لہر درختوں میں سرسراتی پھر رہی تھی۔ آسمان کے مشرقی حصوں میں دھنکی روئی کے سفید بادل انتہائی بلندیوں تک پہنچ رہے تھے۔ وہ ایٹم بم کے دھماکے کی تصویر بنے کھڑے تھے، جو اس وقت تک دنیا نے ابھی دیکھی نہ تھی۔"(3)

جذبات نگاری اسلوب کی دلکشی بڑھا دیتی ہے۔ "جہانِ گزراں" میں اکرام اللہ بعض مقامات پر جذباتی نظر آتے ہیں۔

"کپل کے ساتھ بیتا وقت یاد آجائے تو ایک میٹھی سی چبھن، کھٹائی کی سی ہلکی ہلکی کاٹ صرف زبان پر سے نہیں بدن کے روئیں روئیں کو جھنجھناتی گزر جاتی ہے۔ مجھے کبھی کسی ذریعے یا وسیلے سے اس کی موت کی اطلاع نہیں ملی۔ میں ذاتی طور پر ہندوستان جا کے معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ زندہ ہے کہ مر گیا، کیونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان سے جو نکلا ہوں تو پھر مجھے باڈر عبور کرنے نہیں دیا گیا۔"(4)

اور

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

"ریل کی سیٹی بجی ہماری آنکھیں ملیں۔ اس کے ہونٹوں کے کنارے اور ناک کی پھنگ تھرائی پیشانی، آنکھوں اور پورے چہرے پر پہلے ایک موج سی چڑھی اور دوسرے ہی لمحے اترتے اترتے، اتر گئی۔ نینوں پگھلی، میری آنکھیں نم ہوئیں۔ میں نے چاہا کہ کہوں:" میں ملوں گا چاہے جان کے مول" مگر آواز تھی کہ نکل ہی نہ پائی۔ گلے میں کہیں رندھ کے رہ گئی۔(5)

"جہان گزراں" میں مکالموں کا استعمال اکرام اللہ کے فن کو مزید اعتبار بخشتا ہے۔ حقیقت پسندی سے مزین مکالمے ان کی تحریروں میں موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ اکرام اللہ کے مکالمے معنی خیز اور حقیقت پر مبنی ہیں:

"بھونچال کہاں آیا ہے جی!"

"کوئٹہ۔ صوبہ بلوچستان میں"

"کب؟

"پرسوں اور کل کی درمیانی رات کو"

"کوئٹہ یہاں سے کتنی دور ہو گا؟" ہزار میل تو ہو گا۔(6)

ایک اور مکالمہ ملاحظہ ہو:

"منڈوا کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

"ڈاکٹر صاحب کا بیٹا ہے۔"

"ڈاکٹر دیس راج کا؟"

"نہیں۔ ڈاکٹر عنایت اللہ کا"

"تو اندر لے آنا۔"(7)

اکرام اللہ سوچ سمجھ کر الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں انگریزی الفاظ کا استعمال بھی تحریر کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔

"فلم راج نرتکی انگریزی نام اس کا Court Dancer تھا۔"(8)

"دو اتوار میں پوری پوری لگا کر ہم نے زو(Zoo) اور عجائب گھر دیکھ ڈالے۔"(9)

"ہم تو صرف روحیں ہیں اثیر سمان (Ether)۔"(10)

"کپل نے پوچھا:"تو نے کس(Kiss) کیا؟"(11)

"میں اٹھانے کے لیے جھکا تو گورے سارجنٹ نے جھنجھلائی آواز میں حکم دیا۔(FORGETIT)"(12)

"مجال ہے جو کسی ہڈی پر ذرا دباؤ بھی پڑا ہو۔ اسے کہتے ہیں مراکل(Miracle)"(13)

"جہان گزراں" میں کوئی بھی واقعہ ایسا نہیں ہے جو وقوع پذیر نہ ہوا ہو۔ دوسری جنگ عظیم اور قیام پاکستان کے واقعات منظم انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس آپ بیتی میں انہوں نے پنجابی زبان کے الفاظ، اشعار اور محاورات کا استعمال بھی بر محل کیا ہے۔ جس نے تحریر کی دلکشی کو بڑھا دیا ہے۔

"نکی جیہی کڑی تے لے پر اندھ ٹری(14)

"دے پتر !! کیہ حال اے تیر(؟(15)

"دنی او کھے تاں سہی او کون مانواں ہون گئیاں جناں ایڈے لوے پتر لام تے بھیج دتے نہیں۔(16)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

دل دریا سمندروں ڈونگھے
کون دلاں دیاں جانے (17)

اکرام اللہ نے آپ بیتی میں تشبیہات قافیہ کا استعمال عبارت میں رنگینی پیدا کرنے کے لئے کیا ہے۔ جس سے آپ بیتی نے مقفع و مسجع عبارت کی صورت اختیار کر لی ہے۔
مثلا:

"ابھی تھوڑا ہی چلے تھے کہ کہیں سے نمی میں بھی ٹھنڈی ہوا کے دو جھونکے اوپر تلے اٹھے، ہم سے بچھڑے دوستوں کی طرح لپٹے، نئی زندگی دیتے ہوئے آگے کہیں نکل گئے (18)۔

اکرام اللہ کی تحریروں میں الفاظ کا انتخاب، بے تکلفی اور بے ساختہ پن نمایاں ہے۔ محاورات سے ان کی تحریروں میں بات کی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"انہوں نے مسلم لیگ کو ایک منظم سیاسی پارٹی کے کالم میں ڈھالا اور ۱۹۳۷ء تک صوبائی انتخابات میں حصہ لینے کے قابل بنا تو دیا لیکن ان انتخابات میں وہ اس بری طرح پٹی کہ ہمدرد شرم سے پانی پانی تھے۔"(19)

اسی طرح

"پاکستان کے مطالبے کو اگر ایک قالب مانیں تو اس میں روح لاہور کے طاقتور ہندو پریس نے (بذریعہ اُردو اخبارات) اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے سے پھونکی۔" (20)

اکرام اللہ کا ذہن فکشن کے حقائق اور شاعری کے درمیان جھولتا نہیں ہے بلکہ وہ ان دونوں کو ایک مرکب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اکرام اللہ نے اپنی تحریروں میں موقع کی مناسبت سے اشعار کا بھی استعمال کیا ہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا اقرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں (21)

صبح کاذب کی ہوا میں درد تھا کتنا منیر
ریل کی سیٹی بجی تو دل لہو سے بھر گیا (22)

اکرام اللہ کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ وہ جزیات اور تفصیلات کے فنکارانہ استعمالات اور حقیقت پسندانہ تکنیک سے ذہین سے ذہین قاری کو متاثر کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے تخیل کی لطافت کو صحافت سے دور رکھتے ہیں۔ موضوعات کا تنوع ان کے زرخیز ذہن کی پیداوار ہے۔ ان کی تحریروں کو غور سے پڑھ کر ہی ان کی نفسیاتی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ نگاری، جزئیات کے بیان، پس منظر اور مکالمے سب کے ساتھ ان کا رویہ فکشن نگار کا ہے۔ "جہان گزراں" ادبی دنیا میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اکرام اللہ کا انداز بیاں قاری کے اندر تجسس پیدا کرتا ہے اور قاری شروع سے آخر تک مزید پڑھنے کے لیے بے چین رہتا ہے۔ یہ سب ان کے دلکش اسلوب کی وجہ سے ہے۔

حوالہ جات:

1. وہاج الدین علوی، ڈاکٹر، "اردو خود نوشت، فن و تجزیہ"، دہلی، جامعہ اسلامیہ 1989ء، ص:41
2. عابد علی عابد، سید، "اسلوب"، علی گڑھ، علی گڑھ بک ڈپو، 1976ء، ص:44
3. اکرام اللہ، "جہان گزراں"، لاہور، القا پبلی کیشنز، 2019ء، ص:111

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

4. ایضاً، ص:43
5. ایضاً، ص:57
6. ایضاً، ص:149
7. ایضاً، ص:43267
8. ایضاً، ص:233
9. ایضاً، ص:280
10. ایضاً، ص:331
11. ایضاً، ص:344
12. ایضاً، ص:361
13. ایضاً، ص:417
14. ایضاً، ص:113
15. ایضاً، ص:235
16. ایضاً، ص:357
17. ایضاً، ص:313
18. ایضاً، ص:31
19. ایضاً، ص:149
20. ایضاً، ص:149 تا150
21. ایضاً، ص:145
22. ایضاً، ص:245